اہل بیت کا غلط مفہوم۔ ''ناصبیت تقدس کے بھیس میں''

سید رضوان علی ندوی

''اہل بیت'' کا لفظ ایک اسلامی اصطلاح ہے، جو ''اہل بیت النبی ﷺ'' کا اختصار ہے، اور اس کا مطلب ہے آپ ﷺ کے خاندان والے۔ بیت کے ایک عام معنی تو گھر کے ہیں، لیکن وہ لوگ جو عربی معاشرتی نظام سے واقفیت رکھتے ہیں یا عرب ملکوں میں برسوں رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ''بیت'' کے ایک معنی خاندان کے بھی ہیں، اور خاص طور پر ممتاز خاندان، اس طرح دمشق (شام) میں فوجی انقلابات سے قبل جو خاندان مشہور تھے اور جن میں سے وزراء اعظم اور صدور مملکت یا عربی زبان میں رؤساء الجمہوریہ ہوئے ان میں بیت الأتاسی، بیت العظم، بیت القوتلی وغیرہ اپنے وقت میں بڑے معروف تھے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ عربی لغت میں ''بیت'' کے معنی شرف اور شریف کے بھی ہیں، جیسا کہ القاموس المحیط اور لسان العرب میں ہے۔ اور اس مفہوم میں ''بیت'' کی جمع ''بیوتات'' ہے۔

لیکن اس عام مفہوم سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ''اہل بیت'' کے مفہوم کی تحدید وتعیین سے متعلق دو انتہا پسندانہ نقطہ ہائے نظر ہیں اور ایک تیسرا نقطۂ نظر اعتدال پسندانہ ہے۔ انتہا پسندانہ نقطہ ہائے نظر کی اساس سیاسی ہے، اور اس نے فرقہ واریت کو فروغ دیا، اور اب بھی یہ فرقہ واریت اور منافرت وعداوت کی آگ بھڑکاتی رہتی ہے جو قابل مذمت ہے، اس کی تفصیل یہ ہے۔

قرآن کریم میں سورۃ الأحزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں ایک جملہ ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

''اللہ تو یہی چاہتا ہے، اے اہل البیت کہ تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں پاک کردے۔''

جیسا کہ مفسرین اور خاص طور پر امام رازی نے تفسیر کبیر میں بیان کیا ہے:

''اس سے مراد جسمانی گندگی اور جسمانی طہارت نہیں بلکہ دل ودماغ کی آلائشوں سے پاک وصاف کرنا مقصود ہے، کہ دل میں کینہ وبغض، بخل وطمع، حسد ولالچ اور دماغ میں کبھی شکوک وشبہات کا گزر نہ ہو۔''

اس آیت تطہیر کی تفسیر میں قدیم شیخ التفسیر والحدیث امام محمد بن جریر طبری نے ''اہل بیت'' کی تفسیر کرتے ہوئے اس سے سیدہ فاطمہؓ، حضرت علیؓ، سیدنا حسنؓ وسیدنا حسینؓ مع حضور ﷺ مراد لیے ہیں۔ اور اس کی تائید میں انہوں نے اپنی تفسیر میں پندرہ

احادیث وآثار پیش کیے ہیں، یہ حدیثیں، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت زید بن ارقمؓ وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ وازواج مطہرات سے مروی ہیں۔ اوران میں بیشتر احادیث حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ سے مرفوعا روایت کی ہیں اوران روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اس وقت یہ آیت تطہیر نازل ہوئی، آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو آگے اور حسنؓ وحسینؓ کو اپنے دائیں اور بائیں پہلو میں لیا اور حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور پھر اپنے ساتھ ان سب پر اپنی چادر ڈالی اور فرمایا:

''اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان کو ہر قسم کے (آئندہ) گناہوں سے پاک وصاف رکھ'' (۱)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کے بقول یہ معاملہ خود ان کے گھر میں پیش آیا، دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب انہوں نے حضور ﷺ سے فرمایا کہ کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں ہوں؟ یا یہ کہا کہ میں بھی تو آپ کے اہل بیت سے ہوں تو آپؐ نے فرمایا: انک الی خیر (تمہارے لیے بھلائی ہے)، اس موقع پر آپ ﷺ نے جو الفاظ ادا فرمائے وہ یہ یا اس سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ ہیں، بعض احادث میں اس کے بعد ہے۔ انت من ازواج النبی ﷺ (تم نبی ﷺ کی زوجات میں سے ہو)۔ (تفسیر ابن کثیر، ۳/۴۸۵) اس کا ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ''تم اہل بیت سے نہیں، بلکہ زوجات سے ہو، دوسرا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بحیثیت زوجات تم تو اہل بیت میں سے ہی ہو۔

لیکن حضرت ام سلمہؓ سے مروی ان مختلف احادیث میں سے تین وہ احادیث ہیں جن میں ان سے حضور ﷺ نے فرمایا: مکانک (یعنی ٹھہری رہو وہیں جہاں ہو) یا فرمایا: تنحی (تم الگ رہو)۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے کہ گھر کی ملازمہ نے بتایا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ دورازے پر ہیں، وہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''قومی فتنحی عن اهل بیتی''

''اٹھو اور میرے اہل بیت سے ایک طرف ہوجاؤ''

میں اٹھی اور قریب ہی میں گھر کے اندر ایک طرف ہوگئی اور پھر حضور ﷺ نے فاطمہؓ وعلیؓ اور حسنؓ وحسینؓ کو پیار کرکے اپنے پاس بٹھایا ان پر اور خود پر اپنی کالی چادر ڈھک لی، اور دعا کی:

'' اللهم الیک لا الی النار، أنا واهل بیتی''

''اے اللہ مجھے اور میرے ان اہل بیت کو اپنا قرب نصیب فرما، دوزخ میں نہ لے جا''

وہ کہتی ہیں اس پر میں نے کہا و انا یا رسول الله ﷺ۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں کہا ''وانت'' اب اگر اس حدیث

کے پہلے جملے "قومی فتنحي عن اهل بيتی "(۲)۔کو سامنے رکھا جائے تو اس کے واضح معنی یہ ہیں کہ ہاں تم کو بھی اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو اور تم کو بھی اللہ جہنم کی آگ سے بچائے، نہ کہ یہ کہ تم بھی اہل بیت سے ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ایک روایت میں بھی یہی ہے کہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد حسن وحسین اور فاطمہ وعلی رضی اللہ عنہم اور خود آپ ﷺ مراد ہیں، حدیث کے الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے:

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔آپ کالی اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے تھے، پھر حسنؓ آئے، آپ نے ان کو اپنی اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حسینؓ آئے، وہ اس چادر کے اندر داخل ہو گئے، پھر فاطمہؓ آئیں آپؐ نے ان کو بھی اسی چادر کے اندر داخل کرلیا، پھر علیؓ آئے آپؐ نے ان کو بھی اسی چادر کے اندر کرلیا اور پھر فرمایا (یہ آیت پڑھی):

﴿اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَھِّرَکُمۡ تَطۡھِیۡرًا﴾(احزاب:۳۳)(۵)

حافظ ابن کثیر نے مسلم کی اس روایت کے ساتھ ہی حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث کچھ الفاظ کے اضافے کے ساتھ ابن ابی حاتم سے نقل کی ہے، جس میں شہر ابن حوشبؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے ملنے گیا، انہوں نے فرمایا تم مجھ سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زائد محبوب شخص (علی) کے بارے میں پوچھتے ہو، وہ جن کے عقد نکاح میں آپؐ کی محبوب بیٹی تھیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان پر چادر ڈال دی، اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے (اخلاقی) آلائشیں دور کر اور ان کو طہارت اخلاق واعمال نصیب فرما۔ وہ کہتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں ان کے قریب گئی اور میں نے کہا:

"یا رسول الله ﷺ وانا من اهل بيتک، فقال ﷺ: تنحی فانک علی خير"

"(یارسول اللہ ﷺ میں بھی تو آپؐ کے اہل بیت سے ہوں، اس پر آپؐ نے فرمایا: ایک طرف کو ہو جاؤ، تم تو بھلائی سے ہو ہی"(٦)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسی مضمون کی ایک حدیث امام احمد نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے، جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور جس میں حضور ﷺ نے اسی سے ملتے جلتے الفاظ یعنی "قومی فتنحي عن اهل بيتی "(اٹھو اور میرے اہل بیت سے ایک طرف کو ہو جاؤ)۔ان دونوں احادیث کی تطبیق میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ان دونوں امہات المومنین سے روایت کرنے والے مجہول ہیں اور بہت ممکن ہے کہ کسی راوی سے سہو ہوا ہو اور اس نے حضرت ام سلمہؓ سے کہے ہوئے نبی کریم ﷺ کے الفاظ حضرت عائشہؓ سے منسوب کر دیئے ہوں، اس احتمال کی تائید حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو طبری میں ہے اور جس کو حافظ ابن کثیر نے امام طبری کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اس حدیث میں

جس کی راویہ ایک خاتون صفیہ بنت شیبہ ہیں وہ الفاظ (تنحی فانک علی خیر) نہیں جو ابن ابی حاتم کی روایت میں ہیں۔

اس نقطہ نظر کی تائید میں کہ سورۂ احزاب کی آیت تطہیر میں وارد ''اہل بیت'' سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کا رشتہ رکھنے والے اہل خاندان ہیں سب سے اہم اور دوٹوک بات وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث الثقلین کی تفسیر میں اہل بیت سے متعلق حضرت زیدؓ بن الارقم الانصاری نے کہی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں دو اسناد سے ہے اور اس کا نمبر ۲۴۰۸ ہے اور جو یہ ہے۔

''ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ایک مقام خُم میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے پروردگار کا قاصد (یعنی فرشتۂ اجل) آئے اور میں اس کی فرمائش قبول کروں (یعنی میری وفات واقع ہو جائے)۔ ''میں تمہارے لیے دو اہم اثاثے چھوڑ کر جا رہا ہوں: اللہ کی کتاب جس میں ہدایت و روشنی ہے، سو اللہ کی کتاب لو اور اس کو مضبوطی سے تھامے رہو''، اس طرح آپؐ نے کتاب اللہ عزوجل سے تعلق رکھنے پر ابھارا اور اس کی طرف ترغیب دلائی (یہ راوی حدیث حضرت زیدؓ بن الارقم کا جملہ معترضہ ہے)۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اور میرے اہل بیت، میں تم کو اپنے اہل بیت یاد دلانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے یہ جملہ تین بار دہرایا۔ اس پر تابعی حصین بن سبرہ نے حضرت زیدؓ سے کہا آپؐ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کی اہل بیت نہیں؟ اس پر حضرت زیدؓ نے کہا، آپ کی ازواج آپؐ کی اہل بیت ہیں، لیکن (حقیقی) اہل بیت وہ ہیں جن پر آپؐ کی وفات کے بعد صدقہ حرام ہے۔ راوی نے کہا وہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: وہ آلِ علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں، راوی نے پوچھا، کیا ان سب کے لیے آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!''

یہی حدیث ایک دوسرے راوی یزید بن حیان حضرت زیدؓ بن الارقم سے انہی الفاظ میں روایت کرتے ہیں، لیکن اس دوسری روایت کے تابعی راوی یعنی یزید بن حیان جب حضرت زیدؓ بن الارقم سے کہتے ہیں: آپؐ کے ''اہل بیت'' کون ہیں؟ کیا وہ آپؐ کی ازواج مطہرات ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں:

''لا وایم اللہ، ان المرأہ تکون مع الرجل العصر من الدھر، ثم یطلقہ فترجع الی ابیھا وقومھا، اھل بیتہ أصلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ''

''نہیں خدا کی قسم، بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کافی زمانے تک رہتی ہے، پھر شوہر اس کو طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے ماں باپ اور اپنی قوم (خاندان) کے پاس واپس آجاتی ہے۔ آپؐ کے اہل بیت وہ ہیں جو آپ کی اصل ہیں اور آپؐ کے وہ آبائی رشتہ دار جن پر آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے۔''

حضرت زیدؓ بن الارقم کی اہل بیت کی یہ تفسیر بڑی معقول و واقعی ہے، حافظ ابن کثیر نے ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد پہلی روایت کو ترجیح دی ہے اور دوسری کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس سے مراد پہلی حدیث کی تفسیر ہے، یا یہ کہ اہل سے یہاں مراد صرف ازواج نہیں بلکہ وہ اور آپ کی آل دونوں مراد ہیں۔

لفظ ''اہل بیت'' کی جو تفسیر حضرت زیدؓ بن الارقم نے کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت منطقی اور واقعاتی ہے، بیوی سے شوہر کا رشتہ تو طلاق کے بعد بالکل ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس خاندان کی فرد نہیں رہتی، جبکہ بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی، خالہ، پھوپھی وغیرہ کے خونی رشتے قائم رہتے ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے متعلق ایک خاص بات یہ ہے کہ اسی سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۲ کے مطابق آپ کو اب مزید شادی کرنے اور طلاق دینے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اس لیے طلاق کے ذریعہ بیوی سے رشتہ منقطع کرنے کے معاملہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے کوئی تعلق نہیں، نہ آپ کی ازواج کی آپ کی وفات کے بعد کسی سے شادی ہو سکتی ہے، اس سب کے پیش نظر آپ کی ازواج مطہرات دیگر اہل خاندان کی طرح آپؐ کے اہل بیت میں شامل ہیں اور یہی وہ معتدل رائے ہے جس پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔

اس انتہا پسندانہ رائے (کہ آیت قرآنی میں وارد اہل بیت سے مراد صرف آپ کی صاحبزادی فاطمہ، علی اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم اور ان کی ذریت ہے) کے حامل اب صرف شیعہ ہیں۔

۲۔ آیت تطہیر میں واقع لفظ ''اہل بیت'' سے متعلق دوسرا انتہاء پسندانہ نقطۂ نظر وہ ہے جو صرف ایک تابعی عکرمہ نے پیش کیا ہے کہ اہل بیت سے متعلق اس آیت میں مراد صرف آپ کی ازواج مطہرات ہیں (۷)۔

امام طبری نے عکرمہ کا یہ نقطۂ نظر پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''وہ اس بات کا اعلان گھوم پھر کر بازار میں کرتے تھے، یہی وہ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ہیں جنہوں نے پہلے نقطۂ نظر سے متعلق پندرہ احادیث وآثار صحابہ نقل کیے ہیں۔''

امام طبری کے چار، ساڑھے چار سو سال بعد حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں عکرمہ کے اس قول کو نقل کیا ہے اور اس کے علاوہ انہوں نے تفسیر ابن ابی حاتم سے عکرمہ کا ایک اور قول نقل کیا ہے جو وہ حضرت ابن عباسؓ سے منسوب کرتے ہیں کہ یہ آیت تطہیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عکرمہ نے اپنی طرف سے اس ''اثر'' یا حدیث ''موقوف'' کو روایت کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ ''جو کوئی چاہے میں اس سے مباہلہ کر سکتا ہوں کہ یہ آیت آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔'' حافظ ابن کثیر نے عکرمہ کی اس رائے کو نقل تو کر دیا، لیکن ساتھ ہی انہوں نے تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اگر اس سے مراد یہ ہو کہ وہ اس آیت کا سبب نزول تھیں تب تو یہ بات صحیح ہے اور اگر اس آیت کا مفہوم یہ لیا جائے کہ اس سے صرف ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں تو یہ محل نظر ہے کیونکہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ اس آیت کا مفہوم عام ہے۔'' (یعنی

اس سے صرف ازواج مطہرات مرادنہیں آپؐ کے افراد خاندان، بیٹی، داماد، نواسے وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں)۔

حافظ ابن کثیر کا یہ تعقب یا ناقدانہ رائے انتہائی معقول ہے اور یہی وہ معتدل نقطہ نظر ہے جس کے حامل جمہور اہل اسلام ہیں، اس اعتدال پسندانہ نقطہ نظر پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے، لیکن اس سے پہلے کچھ ان عکرمہ کے بارے میں قارئین کو بتا دیا جائے۔

عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مولیٰ (غلام) اصلاً بربر تھے اور مکہ مکرمہ کے مشہور تابعی علماء میں سے ہیں۔ ان کے بارے میں علماء میں شدید اختلاف ہے۔ بعض ان کو ثقہ کہتے ہیں اور کچھ دوسرے ان کے معاصرین غیر ثقہ (کذاب) کہتے ہیں (۸)۔ لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ ثقہ ائمہ اور علماء جیسے امام احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین، امام مالک اور مصعب الزبیری وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ صفریہ خوارج میں سے تھے اور مغرب عربی (تونس، الجزائر، مراکش) میں خوارج کے عقائد اور تعلیمات انہی نے پھیلائیں (۹)۔ بڑی عبرت کی بات امام ذہبی نے یہ لکھی ہے کہ ایک غزل گو مشہور شاعر کثیر اور عکرمہ کی وفات اور نمازِ جنازہ ایک ہی روز مدینہ منورہ میں پڑھائی گی، تو کثیر کے جنازے میں تو لوگوں کا ہجوم تھا اور عکرمہ کی نماز جنازہ میں مدینہ کے صرف تھوڑے سے حبشی تھے۔ حد یہ ہے کہ قدیم محدث و مؤرخ علی المدینی (م-۲۳۴ھ) کے مطابق ان کا جنازہ اٹھانے کے لیے اجرت پر چار آدمی بلائے گئے (۱۰)۔ ہمارے خیال کے مطابق یہ نتیجہ تھا ان کے اہل بیت سے بغض یعنی خارجیت کا، اُعاذنا اللہ منہ۔ یاد رہے کہ حضرت علیؓ کا قاتل ایک خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم تھا۔

عکرمہ کے اس انتہاء پسندانہ نقطہ نظر کے حامی وہ سب ناصبی ہیں جو سورۂ احزاب کی آیت تطہیر کو صرف زوجات النبی ﷺ سے متعلق کہتے اور آپؐ کے اہل بیت (اہل خاندان) فاطمہ، علی، حسن و حسین رضوان اللہ عنہم اجمعین کو اس آیت کی مراد سے خارج سمجھتے ہیں، حیرت و افسوس کی بات یہ ہے کہ اس نقطہ نظر کی تائید کرنے والوں میں بہت سے وہ لوگ بھی شامل ہیں جو حدیث کی پکار لگاتے ہیں۔ حالانکہ مستند احادیث میں تو جیسا ذکر کیا گیا آیت میں مذکورہ اہل بیت سے مراد آپؐ کے قریبی اہل خاندان ہیں۔

عکرمہ کے خارجی افکار ہی نے ان کو آیت تطہیر کی اس تفسیر پر مائل کیا کہ اہل بیت اس مفہوم میں شامل نہیں، یا یہ کہ اہل بیت سے صرف آپؐ کی ازواج مطہرات مراد ہیں اور پھر بعض روایات کے مطابق ان کی خارجی فکر بھی خوارج کے فرقہ صفریہ کی فکر تھی جو اپنی شدت میں فرقہ ازارقہ (۱۱) کے بعد سب سے زیادہ سخت اور متعصب تھے اور تمام غیر خوارج کو کافر کہتے تھے، اگر چہ ازارقہ کی طرح ان کے قتل کو ضروری نہیں سمجھتے تھے (۱۲)۔

اسی انتہاء پسندانہ نقطہ نظر کے حامل پاکستان کے بہت سے ناصبی ہیں، جن کے سرخیل محمود عباسی مصنف 'خلافۃ معاویۃ ویزید' تھے اور انہی کے ایک خوشہ چین شاہ بلیغ الدین تھے جن کے اٹھائے ہوئے بہت سے ناصبی سوالات پر راقم الحروف نے کافی پہلے اپنی کتاب ''خانوادۂ نبویؐ و عہد بنی امیہ'' میں لکھی تھی۔

اس کافی طویل تمہید کے بعد عرض ہے کہ حال ہی میں لاہور کے ایک مخلص کے ذریعہ مجھے کراچی کے مشہور دیوبندی عالم مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی مرحوم کی کتاب خطبات الرشید، جلد چہارم کے ایک صفحہ کا فوٹو اسٹیٹ ملا، جو آیت تطہیر کی تفسیر سے متعلق ہے۔ کراچی کے مشہور ومعرف دیوبندی علماء مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا یوسف بنوری صاحب، مفتی نظام الدین شامزئی رحمہم اللہ سے تو ناچیز کو نیاز حاصل تھا، اکثر ملاقات رہی، لیکن مفتی رشید صاحب مرحوم سے کوئی تعارف نہ تھا، عرب ممالک سے کافی عرصہ بعد واپس آنے پر انکا صرف نام سنا تھا اور یہ کہ وہ ایک بڑی مقدس ہستی ہیں اور ناظم آباد میں ان کا دارالافتاء سرگرم عمل ہے۔

مذکورہ کتاب ''خطبات الرشید'' کے سرورق پر موصوف کا نام اس طرح مطبوع ہے:

''فقیہ العصر، مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ''

اس کتاب میں ایک خطبہ یا وعظ کا عنوان ہے: ''خواتین کی تفریح'' اس میں مفتی اعظم مرحوم فرماتے ہیں:

> ''خواتین کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی گھر میں رہنے کے لیے فرمایا ہے، اسی لیے دنیا کی ہر زبان میں بیوی کو ''گھر والی'' کہا جاتا ہے۔ اردو میں ''گھر والی'' بیوی کو کہا جاتا ہے۔ فارسی میں ''اہل خانہ'' اس کے معنی بھی گھر والی کے ہیں، عربی میں کہتے ہیں: ''اہل بیت'' اس کا مطلب بھی گھر والی۔ شیعہ حضرت علی، حسن، حسین، فاطمہ رضی اللہ عنہم کو اہل بیت کہتے ہیں، یہ ان کا الحاد ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں ان کی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو قرآن مجید میں اہل بیت فرمایا۔ ہر زبان میں، ہر لغت میں اہل بیت یعنی گھر والی بیوی کو کہا جاتا ہے۔''

اسکے بعد موصوف نے خواتین کو گھر میں قید رکھنے کے لئے جو گل افشانی فرمائی ہے کہ وہ پیدا ہی اس لیے کی گئی ہیں کہ گھر میں رہیں، شوہر کی خدمت کریں، بچوں کی پروش کریں وغیرہ وغیرہ۔ اس سے تو ہمیں اس وقت سروکار نہیں، صرف اتنا ضرور کہیں گے کہ حضرت عائشہؓ نے تو جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے خلاف فوج کی قیادت کی تھی اور پھر کتب رجال (الصحابۃ والصحابیات) میں متعدد خواتین کی جنگ میں شرکت اور لڑائی کرنے یا فوج کو پانی پلانے اور فوجیوں کے علاج کا ذکر ہے، ان صحابیات میں ام المؤمنین عائشہؓ کے ذکر میں ہے کہ وہ غزوۂ احد میں زخمی صحابہ کرامؓ کو پانی پلاتی اور دوسرے کام کرتی تھیں، ام عمارہؓ تو تلوار لیے باقاعدہ حضور اکرم ﷺ کے قریب لڑ رہی تھیں اور آپؐ ان کی تعریف کر رہے اور ان کی ہمت بڑھا رہے تھے۔ اسی طرح ام عطیہؓ نے جنگ میں حصہ لیا تھا اور غزوہ احزاب کے موقعہ پر حضرت رفیدہؓ نے زخمیوں کے علاج کے لیے ایک خیمہ لگا رکھا تھا۔ یہی نہیں تاریخ میں عراق وشام وغیرہ میں کریمۃ، شہدۃ وغیرہ بیسیوں محدثات کا ذکر ہے، جن سے مردوں نے حدیث پڑھی تو کیا حضرت

اقدس کے مطابق یہ صحابیات ومحدثات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی مرتکب ہوتی رہیں؟

بہرحال اصل موضوع سے متعلق عرض ہے کہ ''حضرت مولانا'' نے ''علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں شامل کرنے والوں کو ملحد قرار دیا ہے اور یہ جوانہوں نے فرمایا ہے کہ شیعہ خانوادۂ نبوی کے ان اولین افراد کو اہل بیت کہتے ہیں یہ بڑی افسوسناک غلط بیانی ہے، ہم نے اس مقالے کی ابتدا ہی میں امام طبری وحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفاسیر سے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جن میں سورۂ احزاب کی آیت تطہیر کی تفسیر میں اہل بیت کا اطلاق صرف حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور خود آپؐ کی ذات شریف پر ہے تو کیا اہل سنت کے یہ دونوں امام ومحدث ومفسر بھی شیعہ تھے؟ حیف صد حیف کہ سنت کا دعویٰ کرنے والے احادیث نبویہ کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں اور پھر میں نے صحیح مسلم سے حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت پیش کی ہے، کیا وہ بھی جھوٹی ہے، یہی نہیں امام مسلم نے تو فضائل ''اہل بیت النبی'' کا ایک باب باندھا ہے (کتاب فضائل الصحابہ، مسلم) جس میں حضرت عائشہؓ کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے جس میں حضرت علی، حسن، حسین، فاطمہ رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں شمار کیا ہے، کیا امام مسلم بھی شیعہ تھے، یہ تو ناصبیت کی حد ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے اپنے معتقدین ومریدین کو بری طرح گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

پھر انہوں نے مزید گل افشانی کرتے ہوئے اپنے ناصبی نقطۂ نظر کی تائید کے لیے قرآن کی صرف ایک آیت پیش کی ہے جس میں ''حضرت ابراہیم کی بیوی حضرت سارہ کو اہل بیت فرمایا۔

''فقیہ العصر اور مفتی اعظم'' کے بارے میں یہ بات تو نہیں کہی جاسکتی کہ وہ قرآن کریم کی ان آیات سے بے خبر ہیں جن میں بیٹے، بیٹیوں اور بھائی کو بھی اہل بیت کہا گیا ہے، سورۂ ہود میں حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کے لیے کہتے ہیں:

﴿رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ﴾ (آیت ۴۵)، سورہ طٰہ میں حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں وَ اجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی (آیات: ۲۹-۳۰) اے اللہ تعالیٰ میرے لیے میرے خاندان میں سے ایک وزیر بنادے، میرے بھائی ہارون کو۔ اور اسی سورت میں چند آیات قبل بیوی کو بھی اہل کہا ہے؟ فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا (آیت: ۱۰) اور حضرت لوطؑ کی بیٹیوں کو ایک سے زائد سورتوں میں ان کے ''اہل'' میں شمار کیا۔ ارشاد باری ہے۔

﴿اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ﴾ (۱۳)

''ہم بچانے والے ہیں تمہیں اور تمہارے ''اہل'' کو سوائے تمہاری بیوی کے، وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوئی۔''

اب سب یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر آنے والے عذاب سے ان کی دو بیٹیوں اور چند اہل ایمان کو بچایا تھا، تو

یہاں ''اہل'' بیٹیوں کے لیے آیا ہے۔ حضرت نوحؑ کے قصے میں ''ان'' کے جو''اہل'' کشتی نوح میں اللہ کے حکم سے سوار کیے گئے تھے وہ ان کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں تھیں، بیوی کافر تھی اس لیے اس کو کشتی میں سوار ہونے کی اجازت نہ تھی۔ سورۃ التحریم میں حضرت نوحؑ کی بیوی کو کافر کہا گیا ہے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا﴾ (۱۴)

''اور اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا، نوحؑ کی بیوی اور لوط کی بیوی جو ہمارے نیک بندوں میں سے دو بندوں کے عقد نکاح میں تھیں، انہوں نے خیانت کی۔

ان آیات قرآنی کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ قرآن میں اہل کا لفظ بیوی، بیٹی، بیٹے اور بھائی سب کے لیے آیا ہے، ''فقیہ العصر مولانا رشید احمد لدھیانوی'' نے دانستہ ان آیات سے غفلت برتی ہے جو ان کی ناصبیت کی دلیل ہے، اہل سنت والجماعت کا اعتدال پسندانہ نقطہ نظر یہ ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات اور آپ کے اہل خاندان دونوں شامل ہیں، میرا بھی یہی عقیدہ ہے اور یہی بیسویں صدی میں شام کے مشہور و معروف اہل حدیث عالم و عظیم محقق شیخ محمد ناصر الدین البانی کا عقیدہ تھا جس کی تصریح انہوں نے حافظ المنذری (۶۵۶ھ) کی مختصر صحیح مسلم میں اہل بیت سے متعلق حدیث پر اپنے حاشیے میں کی ہے۔ اس طرح نہ تو شیعہ کی یہ بات درست ہے کہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد صرف حضور اکرم ﷺ اور حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور ان کے ائمہ مراد ہیں اور نہ خارجیوں کے فرقے ناصبیوں کی یہ بات درست ہے کہ آیت میں وارد لفظ ''اہل بیت'' سے مراد صرف آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔ یہ کہنا ہماری پیش کردہ مستند صحیح احادیث کے خلاف ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا قرآن کے بھی خلاف ہے۔

ان قرآنی آیات کے علاوہ جن میں لفظ ''اہل'' بیوی، بیٹیوں، بیٹے اور بھائی سب کے لیے صراحتہً آیا ہے، اگر کوئی صاحب یہ اعتراض کریں کہ حضرت ابراہیمؑ اور فرشتوں کے قصے (سورۂ ہود، آیت: ۷۳) میں لفظ ''اہل'' نہیں بلکہ ''اہل بیت'' ہے جس کا معنی صرف بیوی کے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ کج فہمی ہے، کیونکہ آیت میں ہے: ''رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت'' تو کیا ''اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت و برکات'' صرف حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سارہ کے لیے تھیں حضرت ابراہیمؑ کے لیے نہیں! یقیناً اس رحمت و برکت میں حضرت ابراہیمؑ بھی شامل ہیں کہ فرشتے انہی کے پاس آئے تھے اور پھر اس جملہ قرآنی میں ضمیر بھی جمع مذکر ''علیکم'' ہے، جس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ دونوں آتے ہیں، لیکن برا ہو عصبیت کا کہ یہاں اہل بیت (اولاد النبی علیہ السلام اور ان کے قریبی رشتے داروں) سے عداوت یا بغض کے سبب ناصبی لوگ آیت کا مفہوم غلط لے رہے ہیں۔

خودساختہ ''مفتی اعظم رحمہ اللہ تو اب دنیا میں موجود نہیں مگر میں ان کے معتقدین اور دیگر ناصبیوں یا نیم ناصبیوں کے لیے عرض کرتا ہوں کہ وہ سورۂ ہود کی آیت میں لفظ ''اہل بیت'' کی اس تفسیر میں اگر کسی کو کوئی تامل ہو تو وہ مصر کی مجمع اللغۃ العربیۃ (عربی اکیڈمی) کی انتہائی مستند قرآنی لغت ''معجم الفاظ القرآن الکریم'' (ج ۱ ص ۱۳۸) میں ''البیت'' کے تحت ''اہل البیت'' کا معنی دیکھ لے، وہاں اس کو یہ نظر آئے گا کہ

''اهل بيت الرجل، أسرته، واطلق فى القرآن اهل البيت على اسرة ابراهيم وتعورف فى الاستعمال: اهل البيت لآل المصطفى صلى الله عليه وسلم"

'' آدمی کے اہل بیت کا معنی ہے: اس کا خاندان اور قرآن میں اہل بیت کا لفظ حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کے لیے استعمال ہوا ہے اور عام متعارف مفہوم میں اہل بیت کا معنی ہے: خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم''

اور پھر جہاں تک احادیث کا تعلق ہے اور جن سے ہی ناصبی فکر کے خلاف کافی ثبوت پیش کر چکے ہیں، ان میں ایک بدیہی ثبوت یہ بھی ہے کہ حدیث کے انتہائی مشہور، مستند اور متداول مجموعے مشکوۃ میں کتاب المناقب کا ایک باب ہے: باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ اور اس کے فوراً بعد ایک دوسرا باب ہے: باب مناقب ازواج النبی ﷺ، اگر ازواج النبی ہی اہل بیت النبی ﷺ ہوتیں تو پھر ازواج النبی ﷺ کے عنوان سے ایک علیحدہ باب کی کیا ضرورت تھی؟ ذرا غور تو کریں۔

مزید کہ باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ کے تحت جتنی احادیث مشکوۃ میں درج ہیں خواہ وہ علیحدہ علیحدہ امام بخاری و مسلم کی ہوں، خواہ متفق علیہ ہوں، خواہ ترمذی و دیگر کتب حدیث سے منقول ہوں ان سب میں حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے مناقب مذکور ہیں۔ ازواج مطہرات کے نہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقمؓ کی حدیث میں ہے کہ حقیقی اہل بیت خاندان نبوی کے افراد ہیں اسی طرح مشکوۃ المصابیح میں بھی یہی بات ملحوظ رکھی گئی ہے، ازواج مطہرات کو اہل بیت میں صرف اس لیے شامل کر لیا گیا ہے کہ انہی کے ذکر کے سیاق میں ''اہل بیت النبی ﷺ'' کا ذکر ہے۔

امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کبیر میں آیت تطہیر کی تفسیر میں بڑی عمدہ و معقول بات کہی ہے، جو لوگ اس آیت کے سیاق کا سہارا لیتے ہوئے اپنی کم علمی یا اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت کے سبب اس کو صرف ازواج النبی ﷺ سے متعلق سمجھتے ہیں ان کے خلاف اس بات میں فیصلہ کن رد ہے وہ فرماتے ہیں:

''ثم ان الله تعالىٰ ترك خطاب المؤنثات وخاطب بخطاب المذكرين بقوله (لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ) ليدخل فيه نساء اهل بيته ورجالهم، واختلفت الأقوال فى اهل البيت والاولىٰ ان يقال هم أولاده وازواجه، والحسن والحسين منهم وعلى منهم، لأنه كان

من أهل بيته بسبب معاشرته ببنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وملازمته للنبی"

"پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صیغۂ مخاطب مؤنث چھوڑ کر صیغہ مخاطب مذکر (۱۵) میں فرمایا: "لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ"، تا کہ اس میں آپؐ کے خاندان کی عورتیں اور مرد دونوں شامل ہو جائیں۔اس بارے میں اختلاف ہے کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں۔زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ ان سے مراد آپ کی اولاد وزوجات ہیں اور حسنؓ اور حسینؓ ان میں سے ہیں اور علیؓ بھی ان میں شامل ہیں، کیونکہ وہ آپؐ کی صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) کے ساتھ ازدواجی معاشرت اور ہمیشہ آپؐ کے ساتھ رہنے کے سبب آپؐ کے اہل بیت میں ہیں"۔

اس ساری بحث کے بعد عرض ہے کہ قرآن کی آیت زیر بحث کی تفسیر کرتے ہوئے ناصبی فکر رکھنے والے جو لوگ سیاق وسباق کی بات کرتے ہیں تا کہ آیت تطہیر کے حکم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان (حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم) کو خارج کیا جا سکے ان سے سوال ہے کہ کیا قرآن کی تفسیر کا حق وہ زیادہ رکھتے ہیں یا وہ نبی آخر الزماں (روحی فداہ) جس پر قرآن نازل ہوا تھا؟ اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب میں یہی بتاتا ہے کہ وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا زیادہ حقدار ہے، ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (۱۶)

"اور ہم نے آپ پر یہ قرآن نازل کیا ہے تا کہ اے نبیؐ آپ لوگوں پر اس کی وضاحت کر دیں جو ان کے لیے نازل کیا گیا ہے"

اس لیے اس آیت قرآنی کی تفسیر میں صحیح احادیث نبویہ حرف آخر ہیں۔لہٰذا مولانا رشید احمد لدھیانوی کو خواہ ان کو تقدس کے کتنے ہی لبادے اڑھا دیئے جائیں ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس آیت کی اپنی من مانی تفسیر کریں اور اپنے تقدس اور مشیخت کے پردے میں ناصبی فکر کا پرچار کریں۔

ان جیسے لوگ ہی تو شیعہ کی فرقہ وارنہ ذہنیت کے مقابلے میں ان کے مقابل ناصبی فکر کو فروغ دیتے ہیں۔ان سے زیادہ مقدس تو وہ مفسرین ومحدثین ہیں۔یعنی امام محمد بن جریر طبری، مفسر، محدث، مؤرخ، فقیہ، امام فخر الدین رازی جن کی تفسیر مفاتیح الغیب تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے، امام ابو عبداللہ القرطبی الاندلسی صاحب تفسیر الجامع لأحکام القرآن اور آخر میں حافظ ابن کثیر الدمشقی مفسر، محدث، مؤرخ جن کی چار جلدوں کی تفسیر بہت زیادہ متداول ہے، یہ سب انتہائی اعلیٰ پائے کے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ زیر بحث آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی اہل خاندان اور آپ کی ازواج دونوں ہیں۔

مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے یہ لکھ کر کہ "اہل بیت" گھر والی یعنی بیوی کو کہتے ہیں، عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، وہ

''اہل'' اور ''اہل بیت'' کے معنی تو عربی کتب لغت میں دیکھتے ہیں اگر لسان العرب وغیرہ میں ضخیم لغات تک ان کی دسترس نہ تھی تو ابن الاثیر (م-۶۰۶ھ) کی النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر میں لفظ ''عترۃ'' کے تحت اہل بیت کے معنی دیکھتے تو ان کو نظر آتا کہ ''عترت'' کے معنی نبی کریم ﷺ کے قریبی خاندان والے ہیں اور وہ آپ کی اولاد اور علیؓ اور ان کی اولاد ہیں

"والمشهور المعروف أن عترته الذين حرمت عليهم الزكاة'' (۱۷)

''مشہور و معروف بات یہ ہے کہ عترت یعنی اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر زکوۃ لینا حرام ہے، یعنی بنی ہاشم''

جس طرح ابن الاثیر نے اہل بیت کے مختلف معانی بیان کیے ہیں، اسی طرح بارہویں صدی ہجری کے ہندوستانی بے نظیر عالم محمد اعلیٰ فاروقی تھانوی نے اپنی انسائیکلوپیڈیا ئے اصطلاحات موسوم بہ ''کشاف اصطلاحات الفنون'' میں، ''اہل واہل بیت'' کے مختلف معانی بیان کرتے ہوئے اس کے معنی بیوی اور اولاد دونوں لکھے ہیں اور قاضی ابو یوسف اور امام محمد شیبانی سے اہل بیت کے یہ معنی نقل کیے ہیں، جس کسی کو بھی کوئی اعالت کرتا ہے یعنی جن کے مصارف برداشت کرنا اس کے فرائض ہیں ہے۔ (ضرورت پڑنے پر حسب توفیق) جیسے اسکی بیوی، اولاد، بھائی، چچا، غیر بچہ جو اس گھر میں کھاتا پیتا ہے، یہ سب اسکے اہل بیت میں شامل ہیں (۱۸)۔

اور مصری عربی اکیڈمی کی معجم الفاظ القرآن الکریم کا تو شاید نام بھی مفتی موصوف نے نہیں سنا ہوگا اور نہ ان کے معتقدین و مسترشدین نے، یہ ضخیم قرآنی لغت جس کا حوالہ ہم پہلے دے چکے ہیں، اس کو بیسویں صدی میں مصر و شام وغیرہ کے انتہائی اعلی پایہ کے ماہرین لغت و علماء نے تصنیف کیا ہے، اس میں قرآن میں واقع لفظ ''اہل بیت'' (سورۂ ہود) کے معنی کے ضمن میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابراہیمؑ کا خاندان ہے۔

ان سب شواہد کے بعد بھی اگر کوئی شخص مفتی رشید احمد لدھیانوی کے قول کی تقلید میں آیت تطہیر میں ''اہل بیت'' سے صرف رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات مراد لے تو وہ یقیناً ناصبی فکر کا حامل ہے یعنی وہ اولاد و اقارب رسول ﷺ سے بغض رکھتا ہے۔ **اعاذنا الله منه۔**

اس کی مزید شہادت امام قرطبی رحمہ اللہ کی تفسیر سے ملتی ہے جو اس آیت تطہیر کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ

''اس میں حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم شامل ہیں اگر یہ آیت صرف ازواج مطہرات کے لیے ہوتی تو یہاں عنکم اور یطھرکم کے بجائے عنکن ویطھرکن ہوتا''

اور پھر آگے چل کر وہ کہتے ہیں:

”والذی یظهر من الآیة انها عامة فی جمیع اهل البیت من الازواج وغیرهم، وانما قال: ویطهرکم لأن رسول الله ﷺ وعلیا وحسنا وحسینا کان فیهم، واذا اجتمع المذکر والمؤنث غلب المذکر“(۱۹)

”جو بات آیت سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت تمام اہل بیت کے لیے عام ہے جس کے مفہوم میں ازواج مطہرات اور دیگر شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ویطہرکم اس لیے فرمایا کی اس میں اللہ کے رسول ﷺ، علیؓ اور حسنؓ وحسینؓ شامل ہیں اور (قاعدۂ نحوی کے مطابق) جب مذکر اور مؤنث ایک ساتھ آتے ہیں تو (صیغہ) مذکر کو ترجیح دی جاتی ہے“

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کے ناصبی رجحان کی تصدیق ان کی کتاب ”احسن الفتاویٰ“ سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ”نام کے ساتھ علی اور حسن وحسین ملانا (یعنی محمد علی، احمد حسن، محمد حسین وغیرہ جیسے نام) شیعیت کی نشانی ہے۔“ سبحان اللہ! کیا علم وفضل ہے! کیا مفتی صاحب کو کتب سیرت وحدیث کی یہ روایت معلوم نہ تھی کہ حضرت علیؓ نے اپنے پہلے فرزند کی پیدائش پر ان کا نام حرب رکھا تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نہیں اسکا نام حسن ہے۔“ دوسرے فرزند کی پیدائش ہوئی تو پھر حضرت علیؓ نے اس کا نام حرب (جنگ) رکھا آپ تشریف لائے اور حضرت علی سے پوچھا بچے کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں نے کہا حرب، آپؐ نے فرمایا: ”نہیں اس کا نام حسین ہے“۔ تو نعوذ باللہ کیا حسن وحسین نام رکھنا حضور ﷺ کی شیعیت کی دلیل ہے! معاذ اللہ معلوم ہوتا ہے کہ حسنؓ وحسینؓ کے نام سے ”حضرت اقدس مفتی صاحب“ کو چڑ تھی۔

غیر عرب مسلمان جس طرح اپنے بچوں کے ناموں کے ساتھ محمد اور احمد تبرک اور حضور ﷺ سے اظہار محبت کے لیے لگاتے ہیں، اسی طرح حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہما کا نام بھی، ان سے عقیدت واظہار محبت کے لیے لگاتے ہیں اور حضور ﷺ اپنے ان دونوں نواسوں سے جن کو آپؐ اپنا بیٹا کہتے تھے، انتہائی محبت فرماتے تھے اور آپ نے ان دونوں سے محبت کا حکم دیا ہے اور جو ان دونوں سے محبت کرے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ! تو ایسے شخص سے محبت فرما، امام ترمذی نے کتاب المناقب میں ”باب مناقب الحسن والحسین“ میں حدیث مرفوع ذکر کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جبکہ حسنؓ وحسینؓ آپؐ کے دونوں زانووں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

”اللهم انی اُحبهما فاحبهما، واحب من یحبهما“(۱۹)

”اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو ان سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے“

کتب حدیث: بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مسند امام احمد وغیرہ میں دسیوں احادیث حضرت حسنؓ وحسینؓ کے فضائل میں آئی ہیں، ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بارے میں آئی ہیں، ان سے محبت کی ترغیب میں آئی ہیں (۲۰)۔

حیرت ہے کہ ایک ''مفتی اعظم'' کسی شخص کے ان کے نام پر اپنا نام رکھنے کو تشیع کی علامت سمجھیں۔ ''بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی''۔ ایسے لوگوں کے لیے ابن ماجہ کی ایک حدیث میں بڑی وعید ہے۔ حدیث ہے:

''من أحب الحسن والحسين فقد أحبني ومن أبغضهما فقد ابغضني''(۲۱)

''جس نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے (گویا) مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی''

اگر اہل بیت النبی اور خاص طور پر حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے ناموں پر نام رکھنا یا ان ناموں کو اپنے ناموں کا جزو بنانا شیعیت کی علامت ہے تو حضرت ''مفتی اعظم'' مرحوم کے استاد و پہلے مرشد مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ جن سے مفتی اعظم نے صحیح بخاری اور جامع ترمذی پڑھی تھی اور دوسرے استاد مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندی رحمہ اللہ جن سے موصوف مرحوم نے سنن أبی داؤد اور شمائل ترمذی پڑھی تھی اور مفتی محمد حسن صاحب جن سے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ صاحب کی وفات کے بعد موصوف بیعت ہوئے تھے، وہ سب تو شیعہ ٹھہرے؟ یہی نہیں بلکہ بیسویں صدی کے مشہور ترین عالم وصاحب ارشاد وطریقت جو مفتی رشید احمد صاحب کے مرشد طریقت مفتی محمد حسن صاحب کے مرشد تھے یعنی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صاحب بھی شیعہ ٹھہرے یا شیعہ سے متاثر؟ کیونکہ ان کے نام کے ساتھ بھی ''علی'' جڑا ہوا تھا۔

سیدنا علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ شیعیت کا بہانہ بنا کر یہ نفرت اگر ناصبیت نہیں تو پھر ناصبیت کس چیز کا نام ہے؟ اہل علم تو جانتے ہیں لیکن عام پڑھے لکھے لوگ نہیں جانتے کہ ''ناصبیت'' اہل بیت النبی سے بغض وعداوت کا نام ہے اور ناصبی فکر رکھنے والے گمراہ خارجی فرقے ہی کی ایک شاخ ہیں، اگر شیعہ لوگ سیدنا حسنؓ وسیدنا حسینؓ سے محبت میں غلو کرتے ہیں تو اس کا تقاضا یہ کہاں سے ہوگیا کہ ہم ان سے بغض ونفرت کریں، اس بغض پر جو وعید ہے اسکا ذکر اوپر ہم کر چکے ہیں۔

بنی امیہ کے ابتدائی عہد میں ساٹھ سال تک سیدنا علیؓ پر مسجدوں کے منابر سے لعن طعن ہوتا رہا، ہر جمعہ کے خطبہ میں یہ ناروا وناپاک عمل دہرایا جاتا رہا، حتی کہ آٹھویں اموی حکمران حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس سرکاری لعن طعن کو ختم کر کے اس کی جگہ وہ مشہور آیت قرآنی خطبۂ جمعہ میں متعارف کرائی جو آج تک سارے ممالک اسلامیہ میں خطبۂ جمعہ کے آخر میں پڑھی جاتی ہے۔ یعنی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ

الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (۲۲)

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں عدل، بھلائی اور قرابت داروں کی (مالی) امداد کا حکم دیتا ہے اور بدکاری، برائیوں اور زیادتی سے منع کرتا ہے تمہیں نصیحت کرتا ہے، توقع ہے کہ تم نصیحت یاب ہو گے''

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے تین سالہ عہد کے بعد اموی حکمراں دوبارہ اپنی سابقہ خودغرضانہ اور جابرانہ روش پر آگئے تھے اور ہشام بن عبدالملک (۱۰۵-۱۲۵ھ) کے عہد میں تو اس جابر خلیفہ کے حکم سے سیدنا حسینؓ کے پوتے حضرت زید بن علی زین العابدین رحمہ اللہ کی اس کے جبر وظلم کے خلاف بغاوت اور تحریک خلافت کو اس شدت وبربریت سے کچلا گیا کہ تاریخ میں اسکی نظیر ملنا مشکل ہے، کوفہ میں مسلح مقابلے کے بعد جب حضرت زید رحمہ اللہ شہید ہو گئے، تو ان کا سر مبارک کاٹ کر کوفہ میں پھرایا گیا، دمشق بھیجا گیا، ان کے جسد مبارک کو سولی پر لٹکایا گیا اور پھر جلا کر اس کی راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا گیا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے سوا تمام اموی حکمراں ناصبی تھے اور حضرت عائشہؓ پر اتہام (افک) کے اولین ملزم کے بارے میں اس جابر خلیفہ ہشام کی ناصبیت کا تو یہ عالم تھا کہ وہ حضرت علیؓ کو اس بات کی اشاعت کا مجرم کہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے امام زہری کے سامنے یہ بات کہی تو انہوں نے کہا یہ بہتان ہے، ہشام نے جب ان سے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو انہوں نے اس جابر خلیفہ کو گالی دے کر کہا: ''میں جھوٹ کہتا ہوں؟ اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنا حلال کر دے، میں تو جب جھوٹ نہیں بولوں گا۔'' اس پر ہشام نے کھسیانا ہو کر کہا کہ ہم نے شیخ کو ناراض کر دیا (۲۳)۔

امام زہری ہشام کے بچوں کے استاد ومربی ودربار بنی امیہ کے ایک معزز رکن تھے، اس لیے ہشام نے انہیں کچھ نہیں کہا۔

بنی امیہ کے ان ناصبیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عباسیوں کے ہاتھوں وہ سخت، لرزہ خیز سزا ملی کہ الحفیظ والامان، ظالم خلفائے بنی امیہ کی قبریں کھود ڈالی گئیں، اکثر کی ہڈیاں ملیں، ہشام جس کی وفات صرف چھ سات سال پہلے ہوئی تھی، اس کی لاش کا پورا ڈھانچہ ملا، تو اس کو سولی پر لٹکایا گیا جیسا اسکے حکم سے سیدنا حسینؓ کے پوتے امام زید رحمہ اللہ کی لاش کو کوفے میں صلیب پر لٹکایا گیا تھا، اموی خاندان اور اسکے ہوا خواہوں کو جس طرح چن چن کر اور جس اذیت کے ساتھ جذبۂ انتقام کے تحت مارا گیا اس کی تفاصیل کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہوا جس طرح سیدنا حسینؓ کی شہادت کے چار سال بعد یزید کے مرنے کے بعد حضرت امام شہید کے قاتلوں کے ساتھ ہوا تھا، کوفے میں تحریک ''توابین'' (۲۴) (توبہ کرنے والے شیعان علی) کے جاں نثاروں نے سیدنا حسینؓ کے قاتلوں، عبیداللہ بن زیاد عمر بن سعد اور شمر ذی الجوش وغیرہ کو ایک ایک کر کے قتل کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے صحابی رسول حضرت سلیمان بن صُردؓ اور پھر مختار ثقفیؒ کی قیادت میں برپا ہونے والی اس تحریک توابین کے ذریعہ امام اہل بیت النبوۃ اور ان کے اہل خاندان کو قتل کرنے والوں سے پورا پورا انتقام لیا، وھو المنتقم القاھر جل وعلا۔

عباسی دور اور اسکے بعد صدیوں تک یہ ناصبیت دبی رہی، تقریباً نصف صدی قبل ایک بددین ناصبی مصنف محمود عباسی کی کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' اور اسی موضوع پر اس کی ایک دوسری کتاب کے ذریعہ ناصبیت نے پاکستان میں دوسری بار سر اٹھایا، جو ایک فتنے کا سبب بنی، اس کتاب سے بعض وہ دیوبندی علماء بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے جو شیعہ دشمنی (Shia Phobia) میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے، اس شخص کے جہل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ امام طبری (محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب) کو جو ہمارے ذخیرہ تفسیر و تاریخ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ وقیع ومحترم امین ہیں، ان کو یہ شخص گھٹیا اور گستاخانہ الفاظ میں شیعہ لکھتا ہے، اس جاہل کو یہ نہیں معلوم کہ یہ امام اہل سنت جن کی تفسیر اور تاریخ کو حافظ ابن کثیر جیسے دشمن شیعہ نے اپنی تفسیر ابن کثیر اور ضخیم تاریخ البدایہ والنہایہ کا ماخذ بنایا ہے اور انہی مفسر، مؤرخ، محدث وفقیہ امام طبری نے حدیث پر ایک بے نظیر کتاب ''تہذیب الآثار'' تصنیف کی ہے، (دس جلدوں میں) یہ خلفائے راشدین اور دیگر فقہائے صحابہ کی روایت کردہ احادیث کا ایک مجموعہ مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ کے طرز پر ہے اس میں دو جلدیں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مسانید کی مطبوع ہیں، یہ میرے ذاتی کتاب خانے میں محفوظ ہیں (۲۵)۔ کیا کوئی بھی ذی عقل یہ تصور کر سکتا ہے کہ کوئی شیعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی احادیث جمع کرے گا اور ان کی توثیق وتشریح کرے گا؟ اور حضرت عمرؓ کی مسند میں حضرت معاویہؓ کی احادیث روایت کرے گا؟

لیکن اہل بیت سے عداوت رکھنے والے ناصبی ان کو شیعہ کہتے ہیں اور اس میں بعض علمائے بھی مبتلا ہیں، یہ وہ ہیں جو تحقیق میں اپنا سر کھپانا نہیں چاہتے ہیں بلکہ ان میں بعض ایسے کم علم بھی ہیں جو امام طبری کے ہم نام وہم نسبت شیعی عالم محمد بن جریر بن رستم طبری اور ان میں فرق نہیں کرتے، اسکا سبب غالباً یہ ہے کہ دونوں کے اپنے ناموں میں باپ کے نام تک یکسانی ہے، یعنی دونوں کا نام محمد بن جریر ہے، دونوں کے نام کے ساتھ طبری کی وطنی نسبت ہے، دونوں علاقۂ طبرستان کے شہر آمل میں پیدا ہوئے اور دونوں ہم عصر ہیں، اگرچہ امام طبری اس شیعی طبری سے عمر میں بہت بڑے تھے اور پھر یہ کہ دونوں کی کنیت بھی ایک یعنی ابوجعفر ہے۔ اس لیے بعض لوگوں نے امام طبری کو غلطی سے شیعہ سمجھ لیا اور کچھ نے اس شیعی محمد بن جریر بن رستم کی تصنیفات امام طبری سے منسوب کر دی ہیں (۲۶)۔

اگر خانوادۂ نبوی کے لیے ''اہل بیت'' کا لفظ ناصبیوں کو عربی ومصادر میں ملنا مشکل معلوم ہوتا ہے تو وہ برصغیر کے انیسویں صدی کے مشہور عالم ومحقق مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی مشہور ومتداول ومستند کتاب تحفۂ اثنا عشریہ (فارسی) کا اردو ترجمہ مطبوعۂ دارالاشاعت کراچی دیکھ لیں، ان کو کتاب میں بیسیوں جگہ ''اہل بیت'' کا لفظ اولاد رسول ﷺ (یا ذریۃ النبیؐ) کے لیے استعمال ہوتا نظر آئے گا، وہ فرماتے ہیں:

''اگر بنظر غور دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے پیشواؤں نے سب کچھ سیکھا ہی ''اہل بیت'' سے ہے، کیا فقہ، کیا اصول عقائد اور کیا سلوک وطریقت یا تفسیر وحدیث سب کچھ انہیں سے حاصل کیا، اہل بیت سے ان کی شاگردی کا تعلق کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، بلکہ عالم آشکار حقیقت ہے اور بہت مشہور ومعروف ہے''۔اس کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مدینہ امام مالک رحمہ اللہ کے جناب جعفر صادق رحمہ اللہ سے علم حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے اور آپ رحمہ اللہ نے اہل سنت کے ائمہ کی وہ روایات بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ (مہاجرین وانصار) کے بیان میں خود بعض شیعہ کی کتب میں ہیں، لیکن وہ ان روایت کو اپنے تعصب وڈھٹائی سے جھٹلاتے ہیں، بلکہ مشہور قدیم شیعی عالم ''ابن مطہر حلی اسکا اعتراف کرتا ہے کہ جناب باقر، زید شہید اور جعفر صادق رحمہم اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ کو فتوی کی اجازت دی ہے۔پھر بھی جب وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے صحابۂ کرام سے متعلق اقوال کو نہیں مانتے تو وہ اپنے ائمہ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں (۲۷)۔

اب آخر میں، ہم امید کرتے ہیں بلکہ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کے معتقدین ومریدین اور ان سے جو متاثر ہیں ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمارے پیش کردہ دلائل وبراہین کی روشنی میں مفتی صاحب مرحوم کی آیت تطہیر میں وارد ''اہل بیت'' کی تفسیر پر از سر نو آزادانہ نظر ڈالیں، ان شاء اللہ ان کو نظر آئے گا کہ اس میں خاندان رسول اور ازواج رسول ﷺ دونوں ہی شامل ہیں اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اس کے برعکس جو دو انتہاء پسندانہ آراء ہیں وہ یا تو روافض کا طریقہ ہے یا نواصب کا۔

اور جہاں تک تقدس کا تعلق ہے تو امام ذہبی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عنہم وغیرہ نے اپنی اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کی کتب میں کیسی کیسی مقدس ہستیوں کے ہفوات اور نقائص پر قلم اٹھایا ہے، اسی مضمون میں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ کس طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام اور شاگرد عکرمہ کے کذب اور خارجی فکر کی نشان دہی کی گئی ہے (۲۸)۔اور کس طرح قدیم مفسر مقاتل بن سلمان (م-۱۵۰ھ) پر ان کے تجسیمی افکار پر تنقید کی گئی ہے اور ان کو کذاب کہا گیا ہے (۲۹)۔اسلامی ثقافت کی تاریخ میں ذاتی تقدس کبھی حق بات کہنے میں رکاوٹ نہ بنا، یہ علم حدیث نبوی کا فیض تھا کہ راویان حدیث کی توثیق وتصنیف کے لیے علم الرجال وجود میں آیا اور ایک لاکھ سے زائد انسانوں کے احوال مدون کئے گئے اور جن جن میں ذہنی یا علمی یا اخلاقی کمزوریاں تھیں، ان کی نشان دہی کی گئی تا کہ احادیث نبویہ مستحکم بنیادوں پر استوار ہوں۔رواۃ حدیث کی چھان پھٹک اور ان کا تنقیدی جائزہ لینے کی اس روش کا اثر دوسرے علوم پر بھی پڑا اور مسلمانوں میں تنقیدی فکر نے رواج پایا جس میں قوموں کی ترقی کا راز پنہاں ہے۔

اس زمانہ سلف میں ''حضرتیت'' کا رواج نہیں تھا کہ آج کل جس طرح بعض لوگوں کا اپنے اقوال وارشادات کے بارے

میں یہ رویہ ہوتا ہے کہ ''مستند ہے میرا فرمایا ہوا''۔ اسی طرح ان کے معتقدین وتلامذہ یہ رویہ اپنا لیتے ہیں کہ ''مستند ہے میرے حضرت کا فرمایا ہوا''۔ لیکن یہ حق پسندی وحق گوئی کے خلاف ہے جس کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ غور کیا جائے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی عزیز شاگرد ابو یوسف، امام محمد الشیبانی، زفر، ہذیل اپنے استاد سے کتنے ہی مسائل میں اختلاف کرتے تھے اور یہ اختلافات نہ استاد کی شان میں قدح سمجھے گئے اور نہ یہ تلامذہ کی گستاخی سمجھی گئی، لیکن اب دورزوال میں یہ صورت حال بالکل بدل چکی ہے، جس نے تلامذہ کے اذہان کو مفلوج کر دیا ہے، نہ تو محقق پیدا ہوتے ہیں (شاذ ونادر کی بات جدا ہے) اور نہ بے دلیل غلط افکار وآراء کی تردید وتنقید ہوتی ہے۔ اسکا نتیجہ ایک عام علمی وفکری پستی کی صورت میں نمودار ہے۔ اس سے رہائی اسی صورت میں ممکن ہے کہ فرقہ وارانہ فکر کو چھوڑ کر حق بات دلیل کے ساتھ کہنے کی عادت ڈالی جائے۔ ہماری یہ تحریر اسی روش کو فروغ دینے کی ایک کوشش ہے۔

شیعہ اگر سیدنا علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کی محبت میں غلو کرتے ہیں اور اس غلو آمیز محبت کی وجہ سے گمراہی میں بتلا ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم ان کو ''اہل بیت'' سے خارج سمجھا جائے، اتنا ہی نہیں، ان محبوب ومقدس ہستیوں کے ناموں سے اجتناب کیا جائے اور انکے ناموں کو شیعیت کی علامت سمجھا جائے اور اپنے معتقدین ومریدن کے دلوں میں ان سے نفرت یا لاتعلقی کے بیج بوئے جائیں۔ اس طرح کی فرقہ وارانہ اور نفرت آگیں تحریر میں لکھنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ آیت تطہیر کے نزول سے بہت پہلے بلکہ اپنی بعثت سے بھی کافی پہلے سے حضرت حضرت علیؓ نو دس سال کے بچے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے شادی ہوگئی تھی جب سے آپؐ نے ان کو اپنے بیٹے کی طرح پالا تھا اور سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو تو صحیح احادیث کے مطابق اپنا بیٹا کہتے ہی تھے اور یہ ہے بھی صحیح کہ ان دونوں صاحبزادگان میں حضرت فاطمہؓ کے واسطے سے حضورؐ کا خون دوڑ رہا تھا۔

انہی سیدنا حسنؓ وحسینؓ اور دیگر ''اہل بیت'' سے امام شافعی رحمہ اللہ کو جو محبت تھی اس کی بنا پر لوگ ان کو شیعی کہنے لگے تو امام رحمۃ اللہ علیہ جو مطلبی قرشی تھے اور بہت اچھے شاعر بھی تھے، جھلا کر ایسے ناصبیوں کے خلاف اپنا مشہور شعر کہا تھا:

ان كان رفضاً حب آل محمدٍ ……… فليشهد الثقلان انی رافضی

''اگر آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا رافضیت ہے تو جن وانس دونوں مخلوقات گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔''

امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ شعر اس سے قبل کے دو اشعار کے ساتھ تمام قدیم عربی مصادر: بیہقی کی مناقب الشافعی، امام فخر الدین رازی کی مناقب الشافعی، تاریخ ابن عساکر اور طبقات السبکی، معجم الادباء، سیر اعلام النبلاء وغیرہ مین موجود ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ

کے عزیز شاگرد ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ہم نے امام رحمہ اللہ کے ساتھ حج کیا، وہ راستے میں اونچی نیچی جن جگہوں سے گزرتے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

یا راکبا قف بالمحصب من منیٰ — واهتف بقاعد خیفنا والناهض
سحراً اذا فاض الحجیج الی منیٰ — فیضاً کملتطم الفرات الفائض
ان کان رفضا حب آل محمد — فلیشهد الثقلان انی رافضی

امام شافعی رحمہ اللہ نے غالباً مقامات حج (مزدلفہ، منیٰ) جاتے ہوئے حضرت حسینؓ کو یاد کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہوں کہ ان کے طفیل ہی ہمیں حج کی یہ برکات نصیب ہوئی ہیں اسی لیے ہم ان سے محبت کرتے ہیں، کوئی ہمیں رافضی کہتا ہے تو کہا کرے، کاش کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے عربی مصادر نہیں تو عام کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں یہ آخری شعر پڑھا ہوتا تو وہ امام حسینؓ کے نام پر نام رکھنے کو ''شیعی الحاذ'' نہ کہتے۔

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا شعر کی وجہ سے (جو درحقیقت سیدنا حسینؓ سے محبت کے بارے میں ہے) ان کو کچھ بیوقوف شیعہ کی طرح شیعی سمجھتے ہوں، انہی بے وقوفوں میں ایک قدیم مشہور مصنف محمد بن اسحاق الندیم صاحب الفہرست بھی شامل ہے جس نے اپنی اس کتاب میں (جو علماء، فضلاء اور ادباء مؤرخین وغیرہ اور ان کی سینکڑوں تصانیف کے بارے میں جو پہلی صدی ہجری سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے اواخر تک لکھی گئیں ایک انتہائی اہم ماخذ ہے)۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو پکا شیعہ (شدیداً فی التشیع) (۳۰) لکھا ہے۔ الندیم (جو غلطی سے ابن الندیم مشہور ہوگیا ہے) ایک کتاب فروش تھا، خود شیعی تھا اور اس نے شیعی مصنفین اور ان کی کتب پر ایک باب لکھا ہے اور یہ اس کی جہالت ہے کہ اس نے امام شافعی رحمہ اللہ کو شیعی لکھا ہے۔

اس کو اور وہ لوگ (شیعہ) جو امام شافعی رحمہ اللہ کو شیعی سمجھتے ہیں ان کی جہالت اس بات سے عیاں ہے کہ وہ شیعوں کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے سخت اقوال سے بیخبر ہیں، امام نے فرمایا ہے:

''مارأیت قوما أشهد للزور من الشیعة'' (۳۱)

''میں نے شیعوں سے زیادہ جھوٹ بولنے والا کوئی نہیں دیکھا۔''

امام شافعی کا یہ قول ان کے دو قریبی شاگردوں ربیع بن سلیمان اور حرملۃ بن یحیٰی سے منقول ہے، ایک تیسرے شاگرد یونس بن عبدالاعلیٰ کا کہنا ہے:

''وکان اذا ذکرهم: ''عابهم اشد العیب'' ویقول: هم شر عصابة'' (۳۲)

''وہ جب ان شیعہ کا ذکر کرتے تو ان کو سخت برا کہتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ بدترین گروہ ہے۔''

مزید یہ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمانا ہے:

''الخلفاء خمسة: ابو بكر وعمر وعثمان وعلى وعمر بن عبدالعزيز'' (۳۳)

اور دنیا میں کوئی ایسا امامی شیعہ نہیں جو حضرات خلفاء ثلاثہ کو خلفاء سمجھتا ہو، ان کا تو عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلافصل تھے۔ (یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت علیؓ ہی درحقیقت خلیفہ تھے اور وہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو مانتے ہی نہیں۔)

امام شافعی رحمہ اللہ سے متعلق ہم نے یہ قدرے طویل بحث یہ دکھانے کے لیے لکھی ہے کہ اہل سنت کے ایک امام مذہب کا تو یہ عالم تھا کہ اہل بیت کی محبت میں وہ خود کو رافضی تک کہلوانے کے لیئے بھی تیار تھے، اگرچہ شیعوں کو وہ گمراہ، جھوٹا اور ایک بہت برا گروہ سمجھتے تھے اور ہمارے زمانے کے ایک خود ساختہ مفتی صاحب کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ حضور ﷺ کے انتہائی محبوب نواسوں کے ناموں پر کوئی مسلمان اپنے بچوں کا نام رکھے یا ان کے ناموں (حسنؓ وحسینؓ) کو اپنے نام کا جزء بنائے بنایا جائے، یہ اگر ناصبیت نہیں تو پھر ناصبیت کیا ہے؟

راقم الحروف نے جب یہ مضمون لکھنا شروع کیا تھا تو خیال تھا کہ تین چار صفحات میں مفتی رشید احمد لدھیانوی کی اس رائے کی تردید ہو جائے گی کہ ''آیت تطہیر کے مفہوم اہل بیت میں نبی اکرم ﷺ کے افراد خاندان (فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم وغیرہ) شامل نہیں بلکہ ''اہل بیت'' سے صرف ازواج مطہرات مراد ہیں''۔ اس ناروا قول کی تردید میں خود آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صحیحہ سے کافی دلائل وبراہین پیش کر کے یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ ''اہل بیت'' کے مفہوم میں خونی رشتہ رکھنے والے افراد خاندان ہی اولین طور پر شامل ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ، سیدنا علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی چادر میں ڈھانپ کر فرمایا تھا:

> ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں تو ہمیشہ ان کو گناہوں کی آلائش سے دور رکھ اور ان کی پاکی واخلاقی صفائی وبرگزیدگی برقرار رکھ۔''

''اہل بیت'' کی تفسیر حضور ﷺ نے جب اس وضاحت کے ساتھ کردی ہے تو اس کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہ تھی اور امام طبری (۳۱۰ھ) سے لے کر شاہ عبدالعزیز دہلوی تک سب ہی مفسرین، محدثین اور مؤرخین یہی معنی بتاتے ہیں تو ایسی صورت میں کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ تھی، لیکن پھر بھی ہم نے قرآنی استعمالات اور لغت سے ثابت کیا ہے کہ اہل بیت کے مفہوم میں بیویاں اور اہل خاندان دونوں شامل ہیں۔ مشاہیر دیوبند میں سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور قاری مولانا محمد طیب صاحب بھی علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو آیت تطہیر کا مصداق کہتے ہیں (۳۴)۔

اس ضمن میں ایک قطعی دلیل سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ ہے، جو اس زمانے میں نازل ہوئی تھی جب نجران (یمن) کے عیسائیوں کا ایک وفد ۹ھ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں بحث ومباحثہ کرنے آیا تھا اور وہ

حضور ﷺ کی یہ فیصلہ کن بات ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو مٹی سے بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا تو اس کے لیے عیسیٰؑ کو بغیر باپ پیدا کرنا کیا مشکل تھا؟ تم کیوں ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہو، اس پر آیت قرآنی نے ان کو اس آیت (۶۱: آل عمران) میں مباہلہ کی دعوت دی۔

﴿فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ﴾

''اگر یہ (عیسائی) آپؐ کے پاس صحیح علم آنے کے بعد بھی آپؐ سے بحث ومباحثہ کرتے ہیں تو ان سے کہیے: آؤ ہم بلائے لیتے ہیں اپنی اولاد کو اور تمہاری اولاد کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور خود بھی آتے ہیں اور تم کو بھی بلائے لیتے ہیں، پھر انتہائی خشوع سے دعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتے ہیں۔''

اس آیت کے نزول کے فورا بعد جس میں نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ یا ملاعنہ کا چیلنج دیا گیا تھا، نبی کریم ﷺ اپنے نواسوں حسنؓ وحسینؓ اور اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ اور حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ لے آئے (اس موقعہ پر مؤرخیں ومحدثین نے اور ان میں حافظ ابن القیم (۳۵) جیسی شخصیت بھی شامل ہے، اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس وقت آپؐ کی ازواج موجود تھیں) اور عیسائیوں کو چیلنج کیا کہ ''آؤ ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتے ہیں۔'' تو اس موقعہ پر جیسا کہ تمام کتب سیرت وحدیث وتاریخ میں ہے عیسائی آپؐ کے اس چیلنج سے آپؐ کی صداقت کے سبب ڈر گئے تھے اور آپؐ سے صلح کرنے اور جزیہ دینے کے لئے تیار ہو گئے تھے اور انہوں نے یہ ملاعنہ یا مباہلہ نہیں کیا تھا۔

اس میں واضح استدلال ہے کہ اس موقعہ پر آپؐ جن اہل بیت کو اللہ کے حکم سے لے کر آئے وہ حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم تھے، نہ کہ ''نساءنا'' کے تحت آپؐ کی ازواج مطہرات۔

اس بحث کے دوران ان اور باتوں کی بھی وضاحت ہوگئی ہے، جن کے بارے میں ناصبیوں نے غلط افکار قائم کرر کھے ہیں، جیسے امام طبری کو شیعہ کہنا یا امام شافعی کی اہل بیت سے بے انتہا محبت حتی کہ اس محبت کی بنا پر کوئی ان کو رافضی کہے تو اس کے لیے بھی وہ تیار تھے وغیرہ وغیرہ۔

ہم امید کرتے ہیں بلکہ التجا کرتے ہیں کہ ناصبی فکر رکھنے والے تمام لوگ خواہ وہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے معتقدین میں سے ہوں یا کسی دوسرے گروہ سے تعلق رکھتے ہوں، وہ سب اپنے موقف پر نظر ثانی کریں، اہل بیت النبیؐ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر اختیار کریں اور سیدنا حسنؓ وحسینؓ سے ایسی ہی محبت کریں جیسے رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے، تا کہ وہ آپؐ کی محبت کے مستحق ٹھہریں اور نتیجہ اللہ کی محبت کی سعادت انہیں حاصل ہو۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ تفسیر طبری، جزء۲۲،ص ۷ طبقہ دار الفکر، بیروت، تفسیر آیہ:۳۳،سورۃ الاحزاب

۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳،ص ۴۸۴ طبع دار المعرفہ، بیروت

۳۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل اہل بیت النبیؐ، ح ۲۴۲۴

۴۔ ابن کثیر،۳/ ۴۸۵

۵۔ تفسیر طبری، جزء۲۲،ص ۸ دار الفکر، بیروت، یا کوئی بھی ایڈیشن تفسیر آیہ:۳۳،سورۃ الاحزاب

۶۔ امام ذہبی نے اپنی سیر اعلام النبلاء میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں، جزء۳،ص ۱۲-۳۶ ان آراء کے لئے دیکھئے ص ۲۳-۲۹

۷۔ سیر اعلام النبلاء،۳/ ۲۰-۳۰

۸۔ ایضا،ص ۳۴

۹۔ اس انتہا پسند خارجی فرقے کا بانی نافع بن الازرق تھا، جو ۶۵ھ میں مشہور اموی کمانڈر المہلب بن ابی صفرہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۱۰۔ یہ ''صفریہ'' خوارج بھی جو بڑے عبادت گزار اور جنگجو تھے۔ (رھبان باللیل وفرسان بالنہار) اپنے مخالفین یعنی عام اہل سنت کے خلاف بڑے شدت پسند تھے۔ طرابلس الغرب، تونس، الجزائر میں جہاں دوسری صدی کے وسط میں ان کی حکومت قائم ہوگئی تھی انہوں نے مسلمان کی بہت خوں ریزی کی تھی۔

۱۱۔ اس آیت نمبر۳۳ کے اس جملے سے قبل اسی سورۃ احزاب کی پانچ آیتوں ۲۸ تا ۳۳ اور پھر آیت نمبر ۳۴ میں پندرہ بار صیغہ مخاطب مؤنث میں ازواج مطہرات کو خطاب کیا گیا ہے اور اس آیت سے قبل اور بعد میں نو مرتبہ ضمیر مخاطب مؤنث منفصل اور متصل استعمال کی گئی ہیں، لیکن اچانک اس صیغہ تانیث (Feminine Gender) کو چھوڑ کر قرآن نے صیغہ مخاطب مذکر (Masculine Gender) یعنی عنکم اور یطھرکم استعمال کیا ہے اور یہ اس لیے کہ آیت تطہیر میں حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کو بھی شامل سمجھا جائے۔

۱۲۔ تفسیر قرطبی،۱۴/ ۱۸۳

۱۳۔ عنکبوت:۳۳

۱۴۔ التحریم:۱۰

۱۵۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی یہ قدرے طویل حدیث وواقعہ دیکھیے ترمذی میں۔

۱۶۔ النحل:۴۴

۱۷۔ النہایۃ،۳/ ۱۶۱

۱۸۔ کشاف اصطلاحات الفنون،۱/ ۱۲۵

۱۹۔ احادیث نبویہ میں سیدنا حسینؓ کے مقام کو دیکھنے کے لیے الجزائر کے مصنف عبدالواحد اخیاری السجلماسی الندوی، کی کتاب ''الامام الحسین اور حضرت فاطمہ، علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کے مناقب کے لیے دیکھیے ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی کی کتاب ''مناقب علی والحسنین وامھما فاطمہ'' یہ دونوں عربی کتابیں مرحوم حضرت سید نفیس شاہ صاحب کے ایماء پر مکتبہ سید احمد شہید لاہور سے شائع ہوئی ہیں۔ان کتابوں میں ان اہل بیت کے مناقب صرف صحیح احادیث سے جمع کئے گئے ہیں۔

۲۰۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۳۳۹/۵

۲۱۔ ابن ماجہ، ح ۱۴۳

۲۲۔ النحل: ۹۰

۲۳۔ ''تواہین'' کی تفصیل ومعارف کے لیے دیکھیے، تاریخ طبری، ج ۵، دار المعارف، قاہرہ، ۱۹۶۳ء

۲۴۔ امام طبری پر دیکھیے راقم الحروف کا مقالہ: طبری پر شیعیت کا الزام، تجزیہ وتردید، در کتاب ''تحقیقات وتاثرات''، ص ۱۵۱-۱۵۳، کراچی ۲۰۰۰ء

۲۵۔ افسوس کہ ان میں عظیم مصنف خیر الدین الزرکلی بھی شامل ہیں جنھوں نے شیعی طبری کی کتاب ''المسترشد فی الامامۃ'' کو سنی امام طبری سے منسوب کر دیا ہے، ۲۹۴/۶

۲۶۔ تحفۂ اثناء عشریہ، اردو، ص ۲۴،۷۲۵،۷

۲۷۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۵ ص ۲۶-۲۹

۲۸۔ راقم الحروف کا مقالہ در مجلّہ جہات الاسلام ۲۰۰۹ء بعنوان: مقاتل بن سلیمان، والذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۷ ص ۲۰۱، ۲۰۲

۲۹۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۵۸/۱۰؛ معجم الادباء ج ۶ ص ۳۸۷ طبعۃ مطبعۃ ہندیہ، مصر؛ شاہ عبدالعزیز الدہلوی، تحفہ اثناء عشریہ، (اردو ترجمہ خلیل الرحمٰن نعمانی) ص ۱۰۵؛ المحصب منیٰ کے قریب ہی واقع بالائی علاقہ ہے، یہی مزدلفہ ہے، محصب اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں حصباء یعنی چھوٹی کنکریاں بہت ہوتی ہیں جو حاجی منیٰ میں رمی جمار کے لیے چنتے ہیں۔

۳۰۔ کتاب الفہرست، بتحقیق رضا تجدد، ص ۲۶۳، طبعہ طہران، وطبعہ اوربا الاولی (لائپزگ ص ۲۰۹، ۱۸۷۱ء

۳۱۔ ابن حاتم الرازی (م۔۳۲۷ھ) آداب الشافعی ومناقبہ، ص ۱۸۰-۱۸۹

۳۲۔ ایضا، حاشیہ (۱) کتاب کے محقق الشیخ عبدالغنی عبدالخالق نے یہ قول امام فخر الدین رازی کی مناقب الشافعی، ص ۵۲ سے نقل کیا ہے۔ ایضا ص ۱۸۹

۳۳۔ ایضا ص ۱۸۹

۳۴۔ مکاتیب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، ج ۲ ص ۳۳۴، شہید کربلا اور یزید، مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ، ص ۷۷

۳۵۔ زاد المعاد، ۶۳۳/۳، طبعۃ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۵ء

کتابیات

۱۔ تفسیر طبری
۲۔ تفسیر زمخشری
۳۔ تفسیر قرطبی
۴۔ تفسیر رازی
۵۔ تفسیر ابن کثیر
۶۔ تفسیر المنار، سید رشید رضا
۷۔ صحیح البخاری
۸۔ صحیح مسلم
۹۔ جامع الترمذی
۱۰۔ سنن ابن ماجہ
۱۱۔ مشکاۃ المصابیح
۱۲۔ لسان العرب
۱۳۔ القاموس المحیط
۱۴۔ مختار الصحاح للجوہری، اختصار محمد بن ابی بکر الرازی، مصر ۱۹۷۳ء
۱۵۔ مفردات القرآن۔ راغب الاصفہانی
۱۶۔ تاریخ الطبری
۱۷۔ السیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام
۱۸۔ زاد المعاد، ابن القیم، موٴسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۵
۱۹۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء
۲۰۔ ابن حاتم الرازی، ادب الشافعی ومناقبہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، غیر موٴرخ
۲۱۔ محمد اعلیٰ التھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، ج۱
۲۲۔ الموٴسسۃ المصریہ، العامۃ للتالیف والترجمہ والنشر، ۱۹۶۳ء
۲۳۔ معجم الادباء، یاقوت ج۶ مطبعہ ہندیہ، مصر ۱۹۲۳ء
۲۴۔ کتاب الفہرست، لمحمد بن اسحاق الندیم (م-۳۸۵ھ) طبعہ رضا تجدد، طہران،
۲۵۔ شاہ عبد العزیز الدہلوی، تحفہ اثناء عشریہ، (اردو ترجمہ دار الاشاعت کراچی)
۲۶۔ الدکتور عبد المعطی امین، قلعہ جی، مناقب علی والحسنین وامہما فاطمہ رضی اللہ عنہم، مکتبہ سید احمد شہید، ۲۰۰۰ء
۲۷۔ عبد الواحد الخیاری السجلماسی الندوی، الامام الحسین فی محراب الکتاب والسنۃ، مکتبہ سید احمد شہید، ۲۰۰۰ء
۲۸۔ خیر الدین الزرکلی، الاعلام
۲۹۔ معجم الفاظ القرآن الکریم، اعداد مجمع اللغۃ العربیۃ مصر القاہر، ۱۹۷۰ء
۳۰۔ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی، تحقیقات وتاثرات، کراچی ۲۰۰۰ء
۳۱۔ مکاتیب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مرتبہ مولانا نجم الدین اصلاحی، مدنی کتب خانہ، گوجرانوالہ، غیر موٴرخ
۳۲۔ قاری محمد طیب رحمہ اللہ، شہید کربلا اور یزید، مہتمم دار العلوم دیوبند، ادارۂ اسلامیات، لاہور، ۱۹۷۶ء